OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com. DOI: 10.5281/zenodo.10072567

بانو قدسیہ کا افسانوی ادب: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

Legendary Literature of Bano Qudsia: Research and Critical Study

Dr. Irfanullah Khatak
Associate Professor, Chairman Urdu Department, Govt. Post Graduate College, Bano
Email: irfanullahibm@gmai.com

Received on: 04-01-2023 Accepted on: 08-02-2023

Abstact

Bano Qudsia, also known as Bano Aapa, is a Pakistani Urdu novelist, playwright and spiritualist. Qudsia is best recognized for her novel Raja Gidh. She also wrote for television and stage in both Urdu and Punjabi languages.She was born in Firozpur (India) in November 28, 1928, and passed away on February 4, 2017 in Lahore She was the Spouse of famous Pakistani writer Ashfaq Ahmed. She wrote nine short story books, three Novels, four Novelts, eleven Urdu dramas, two Punjabi dramas & two Sketches. She was awarded Sitara-i-Imtiaz in1983 by the Government of Pakistan. Instead of letting her own desires and likes and dislikes dictate her myth-making, Banu Qudsiyah has given reality its due colour. She has presented the ground realities instead of imaginary worlds, and her narrative studies, during which she has acquired the quality of contemplation and attraction, have been so powerful that they have prompted the desire to attain knowledge. So, we can say that Banu Qudsiyah simply leaves her mark on the canvas. Banu Qudsiyah's short stories are firmly rooted in the socio-cultural foundations, in which all classes of society are mentioned. It includes the upper classes of society, hypocrisy, falsehood, deceit, and oppression. The mention of unruly, ill-behaved children and uncontrollable gluttons is also present. Every common and special person is concerned with their legends, who observe life in a deeper sense, along with all their activities related to natural life. They come with all their hopes, both good and bad desires, attractions of joy and sorrow.

Keywords: Bano Qudsia, Urdu novelist, natural life, Drama, Story books

بانو قدسیہ اردو ادب میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ قومی و بین الاقوامی سطح پر وہ ملک کی ایک پہچان ہیں۔ بحیثیت ناول نگار، افسانہ نگار اور ڈرامہ نگار کے، ملک کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔

"بانو قدسیہ ۲۸ نومبر ۱۹۲۸ء کو مشرقی پنجاب کے شہر فیروزپور میں پیدا ہوئیں "۔(1)

اپنی پیدائش کے متعلق بانو قدسیہ کا کہنا ہے کہ :

"میں ۲۸ نومبر ۱۹۲۸ء کو فیروزپور (ہندوستان) میں پیدا ہوئیں میں نے سنا ہے کہ جس وقت میں پیدا ہوئی تو اس وقت ہلکی بارش ہو رہی تھی اور ملٹری بینڈ بج رہا تھا۔ وہاں پر ایک جوتشی بیٹھا تھا کہتا ہے کہ اس لمحے اس ہسپتال میں کوئی بھگت پیدا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے، یہ بات کسی اور سے منسوب ہو، لیکن میں نے اس بات خود سے منسوب کر لیا اور مجھے خوشی محسوس ہوتی ہے " (2)

بانو قدسیہ کے والد کانام بدرالزماں، والدہ کانام ذاکرہ چھٹہ جب کہ اکلوتے بھائی کانام پرویز تھا۔انہوں نے ا ۱۹۵ء گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم۔اے اُردو کیا۔اسی دوران آپ کی ملاقات مشہوردانشوراشفاق احمد سے ہوئی جو بعد میں ان کے شریک حیات بنے۔آپ کوان کی ادبی خدمات کے صلے میں 1981 میں تمغۂ امتیاز سے نوازا گیا۔بانو قدسیہ کا4 فروری 2017 میں لاہور میں انتقال ہوا۔درج ذیل مقالے میں ہم بانو آپاکے افسانوی ادب کاتجزیہ کریں گے۔

بانو قدسیہ کے افسانوں کی صحیح تعداد کاتعین ممکن نہیں تاہم خوشی کی بات یہ ہے کہ ان کے ایک سو سے زائد افسانے کتابی شکل میں محفوظ ہو چکے ہیں۔اُن کے افسانوی مجموعوں، ناولوں، ڈراموں اور دیگر تخلیقات کی اب تک درج ذیل کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں:

افسانوی مجموعے:

(۱) ہجرتوں کے درمیان (۲۰۱۰) سنگ میل پبلی کیشنز (۲) آتش زیرپا(۲۰۱۳)سنگ میل پبلی کیشنزلاہور

(۳) دوسرادروازہ(۲۰۱۵)سنگ میل پبلی کیشنزلاہور (۴)دست بستہ(۲۰۱۵)سنگ میل پبلی کیشنزلاہور

(۵)ناقابل ذکر(۲۰۱۶)سنگ میل پبلی کیشنزلاہور (۶)بازگشت(۲۰۱۶)سنگ میل پبلی کیشنزلاہور

(۷)امربیل(۲۱۰۷)سنگ میل پبلی کیشنزلاہور (۸)کچھ اور نہیں (۲۰۱۸)سنگ میل پبلی کیشنزلاہور

(۹)سامان وجود(۸۱۰۲) سنگ میل پبلی کیشنزلاہور

ناول:

بانو قدسیہ نے کل(۳) ناول تحریر کئے جن میں

(۱)راجہ گدھ(۲۰۱۸) (۲)حاصل گھاٹ(۲۰۱۸) (۳)شہرلازوال،آبادویرانے (۲۰۱۷)

اس کے علاوہ چارناولٹ بھی تحریر کئے۔ ''چہارچمن'' (چاروں ناولٹ کا مجموعہ)

(۱)شہرِبے مثال(۲۰۱۵) (۲)ایک دن(۲۰۱۷) (۳)پروا (۲۰۱۰) (۴)موم کی گلیاں (۲۰۱۰)

☆ ڈراموں کی کتابیں

(الف) (اردوڈرامے)

(۱)فٹ پاتھ کی گھاس(۲۰۱۷) (۲)لگن اپنی اپنی (۲۰۱۷) (۳)آدھی بات(۲۰۰۸) (۴)پیانام کادیا(۲۰۱۳)

(۵)سورج مکھی (۲۰۱۱) (۶)حواکے نام(۲۰۱۵) (۷)دوسراقدم(۲۰۱۳) (۸)بند گلی(اشفاق احمد)

(۹)تماثیل (۲۰۱۱) (۱۰)پھراچانک یوں ہوا (۲۰۱۳) (۱۱)چھوٹاشہر بڑے لوگ(۲۰۱۴)

(ب) پنجابی ڈرامے

(۱) آسے پاسے(۲۰۰۹) (۲)سدھراں(۲۰۱۲)

☆ (شخصیت نگاری کی کتابیں)

(ا) مردابریشم (قدرت اللہ شہاب کی شخصیت پر) (۲)راہ رواں (اشفاق احمد کی شخصیت پر)

ان تخلیقات میں بانو قدسیہ کا طبعی رحجان، موضوعات کا تنوع، افتادِ طبع، زندگی کو عمیق نظر سے دیکھنے اور اپنے مشاہدے اور تجربات سے زندگی کے مختلف زاویوں کو سامنے لا کر حقیقت اخذ کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ اپنے گرد پیش کے ماحول اور زندگی کو حقیقی زاریوں سے فطری انداز میں پیش کرتی ہیں۔ انہوں نے افسانے کی پیش کش کو اپنی ذاتی خواہشات اور پسند و ناپسند کا تابع بنانے کے بجائے حقیقی رنگ دیا ہے۔ انہوں نے تخیلاتی دنیا کے بجائے زمینی حقائق کو پیش کیا ان کے افسانے مطالعے کے دوران تحیر اور جذباتی کیفیت قاری کو اس قدر مبہوت کر دیتی ہے کہ نتیجہ معلوم کرنے کی خواہش شدت اختیار کر لیتی ہے۔ تاہم بانو قدسیہ صرف کہانی بیان کرتی ہیں انجام قاری پر ہی چھوڑ دیتی ہیں۔ ڈاکٹر اعجاز حسین بٹالوی کا کہنا ہے کہ :

"کتنی اچھی بات ہے کہ بانو قدسیہ صرف افسانے لکھتی ہیں سوالوں کا جواب نہیں دیتیں۔ بطور افسانہ نگار کسی انسانی صورت حال کے لئے ذمہ دار نہیں۔ یہ کام تو اس سے بہت بڑی طاقت نے لے رکھا ہے۔ بانو قدسیہ اپنے کرداروں کا ماتم نہیں کرتیں کسی کے سر الزام نہیں دھرتیں ہمدردی کی طرح کے دوسرے درجے کے جذبات میں مبتلا نہیں ہوتیں اپنے پیش رووں کی طرح بے رحم سماج کی طرف ملامت کی انگلی نہیں اٹھاتیں جذبہ رحم کی بارش نہیں کرتیں غصے کا اظہار نہیں کرتیں۔ وہ تو صرف بند کھڑکی کی جھری سے جھانک لینے کی گناہ گار ہیں افسانہ لکھ کر اگر وہ اپنے اس تجربے میں شامل کر لیتی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ان سوالوں کا جواب بھی دیں۔ جن کے جواب کی تلاش میں کتب خانوں کی ساری کتابیں لکھی گئیں اور سوال جوں کے توں رہے"۔(03)

بانو قدسیہ کے افسانے کا تار و پور معاشرتی بنیادوں پر استوار ہے جس میں سوسائٹی کے تمام طبقات کا ذکر ملتا ہے۔ اس میں اعلیٰ سوسائٹی کے جو نچلے، منافقتیں، کھوکھلا پن، فریب، ریاکاری بھی شامل ہے۔ مٹی پر سونے والے، ننگے بلکتے بچوں اور بے علاج کھانستی لاشوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ غرض معاشرے سے متعلق رکھنے والا ہر عام و خاص انسان ان کے افسانوں کا موضوع ہے۔ وہ انسانی زندگی کا بڑے عمیق انداز میں مشاہدہ کرتی ہیں تبھی انکے تمام کردار فطری زندگی سے تعلق رکھتے ہوئے۔ اپنی تمام تر آرزؤں، نیک و بد خواہشات خوشی غمی اور تشنگی کے جذبات ساتھ لئے آتے ہیں۔

بانو قدسیہ نے اپنے افسانوں میں عصری مسائل کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ زندگی کے گہرے مشاہدے کے بعد وہ فرد کے داخلی کرب، نا آسودگی، احساس عدم تحفظ، بے یقینی، بے چینی اور بے اعتمادی کو فنی پختگی کے ساتھ حقیقی رنگوں میں اپنے افسانوں میں پیش کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ معاشرے میں موجود غلط رحجانات، نسلی امتیازات غلط انسانی رویوں، انسانی عدم برداشت، بے عمل اقدار سے دور نوجوان نسل بے راہ روی اور سماج میں پنپنے والی دیگر برائیوں کو حقیقی تناظر میں اپنے افسانوں کا موضوع بناتی ہیں۔

بانو قدسیہ انسانی ذات اور رویوں سے وابستہ تمام امور پر گہری نگاہ رکھتی ہیں۔ وہ طبقاتی کشمکش، معاشرتی رسوم و رواج، نوجوان نسل کے ذہنی

مسائل عورت کے احساس محرومی اور عدم تحفظ کے احساس، جنس، رشتوں اور ازدواجی تعلقات جیسے موضوعات کو جن کا ہماری زندگی اور معاشرے سے بڑا گہرا تعلق ہے۔اپنے افسانوں پر بڑی خوبی سے برتتی ہیں۔

ان کے افسانوں میں متنوع رحجانات یکجا ہو کر سامنے آتے ہیں۔مابعد الطبعیاتی عناصر بھی ان کی فکر کا اہم رحجان ہے۔ان کے افسانوں میں تصوف کی روحانی اور باطنی کیفیات، تحیر و استعجاب سے پیدا ہونے والی چونکا دینے والی کیفیت پوری توانائی کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ وہ ایک باشعور افسانہ نگار تھیں اور افراد و اشیاء کو محسوساتی سطح پر پرکھنے کے بجائے فرد کی داخلی کیفیت کو پوری گہرائی کے ساتھ اپنے افسانوں میں سموتی ہیں۔ان کے ہاں موضوعات کی نئی جہتیں ابھرتی دکھائی دیتی ہیں۔ حقیقت پسندانہ نقطہ نظر کے باوجود وہ تصوراتی اور تخیلاتی زندگی کو بھی بیان کر جاتی ہیں۔ان کے افسانوں میں معاشرتی تصور اور متصوفانہ رنگ کے ساتھ ساتھ نفسیاتی بصیرت کی جھلک بھی ملتی ہے۔وہ افراد، اشیاء تفکرات و محسوسات اور رویوں کے بطن میں جھانک کرنئے معنی دریافت کرتی ہیں اور دریافت، اضطراب اور تجسس ان کے دردمند دل اور باشعور ذہین کی عکاسی کرتا ہے

وہ فرد کی نفسیاتی الجھنوں، داخلی رویوں، نفسیائی کیفیات، فرد کے داخلی کرب اور انسانی شخصیت میں ہونے والی شکست وریخت اور ٹوٹ پھوٹ کو اپنے افسانوں کا موضوع بناتی ہیں۔بقول الطاف فاطمہ :

''وہ (بانو قدسیہ) اپنے افسانوں میں انسانی نفسیات کو پیش نظر رکھتی ہیں ان کے افسانے نفسیاتی نہیں۔ لیکن نفسیاتی عوامل افسانے کے تار و پود میں شریک رہتے ہیں۔ان کا قاری یہ محسوس نہیں کرتا کہ انہوں نے اپنی نفسیات قاری پر مسلط کر دی ہے یا مسلط کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے انسانی ذہن اور فعل کو اکائی بنا کر پیش کیا ہے اور انسانی نفسیات تک ان کی رسائی اس حد تک ہے کہ ان کے افسانے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایسے شخص سے سودا لے رہے ہیں جو ڈنڈی نہیں مارے گا''۔(4)

ان کے افسانوں کا بنیادی محرک معاشرتی حقائق کا بیان ہے۔تاہم وہ ان حقائق کو نفسیاتی بصیرت کے اس قدر قریب قریب بیان کرتیں ہیں کہ یہ افسانے نفسیاتی حقائق کے عکاس بن جاتے ہیں۔ بانو قدسیہ جس نقطہ نظر سے اشیاء کو دیکھتی ہیں جن کے پیچھے ایک مخصوص تصور حیات پوشیدہ ہے جن کی تشکی میں کچھ حصہ رومانیت، کچھ نفسیات اور کچھ تصوف کا ہے۔ان کے ہاں محبت کا جذبہ افلاطونی نظریے کا قائل نہیں بلکہ وہ ایک سلگتی ہوئی کیفیت کا نام ہے جو ایثار اور قربانی کے جذبے سے لبریز ہے اور جس کے لئے اقدار وروایات اور سماجی بندھنوں کی پاسداری ہر حال اور ہر طرح ضروری ہے۔ مجموعی طور پر ان کے افسانے سماجی اور عصری حقیقت نگاری سے تعلق رکھتے ہیں ان کے اکثر افسانے متوسط طبقے میں پائی جانی والی محرومیوں، مایوسیوں اور اداسیوں سے جنم لینے والے کرب پر منتج ہو جاتے ہیں۔ یہ افسانے حیات انسانی کو زمینی حقیقت سے جنم لیتے ہیں اور سماجی و معاشرتی زندگی کے آئینہ دار بن جاتے ہیں۔

بانو قدسیہ نے جہاں افسانہ نگاری کے فن میں اپنا لوہا منوایا وہاں اُن کے ناولوں نے بھی ان کو امر کر دیا۔ان کے ناول اور ناولٹوں میں موضوعاتی حوالے سے خاصا تنوع پایا جاتا ہے ان کے ناول تہذیبی نقطہ نظر سے کافی اہمیت کے حامل ہیں جن ''راجہ گدھ''،'' حاصل گھاٹ''اور'' شہر

لازوال'' ''آبادویرانے''شامل ہیں۔

ان کا ناول "راجہ گدھ "۱۹۸۱ء میں منظر عام پر آیا بانو قدسیہ کی یہ ایک کامیاب اور معتبر تخلیق ہے بنیادی طور پر یہ ایک خلاقی ناول ہے جس میں رزق حلال کی اہمیت اور حرام رزق سے نفرت دلانے کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ نئی نسل کی اخلاقی جذباتی، نفسیاتی اور ذہنی کیفیات کو کامیابی سے منعکس کیا گیا۔اس ناول میں انسان کی ذہنی اور اخلاقی پستی، ذہنی اور جذباتی ناآسودگیوں کا ذکر ملتا ہے۔رزق حرام کے باعث کس طرح انسان مذہبی اور اخلاقی اقدار سے بے نیاز آزادانہ زندگی گزار رہا ہے۔رزق حرام کے باعث پیدا ہونے والی دیوانگی کے مختلف محرکات کو سامنے لاتی ہیں۔یہ ناول قیام پاکستان کے بعد لکھا گیا قیام پاکستان کے بعد اس نئی مملکت میں معاشرے کی بنیاد مادیت پر رکھی گئی۔اس ناول میں نودولت طبقے کی حرص وہوس کو کامیابی سے اجاگر کیا گیا ہے۔ان تمام محرکات کو بیان کرکے مصنفہ نے اس ناول کے ذریعے مثبت سوچ دینے کی کوشش کی ہے۔ ناول ''حاصل گھاٹ'' بانو قدسیہ کی ہمہ جہت تخلیق ہے جس میں دونسلوں، دو تہذیبوں کا موازنہ اور ان کے درمیان حائل فاصلوں کو بڑی چابکدستی سے بیان کیا ہے۔

اس ناول میں تاریخ، معاشرت اور سیاست کو گوندھ کر قصہ تخلیق کیا گیا بنیادی طور پر دو تہذیبوں کے تصادم کو بیان کرکے انسانی زندگی پر اس کے اثرات اور پیدا ہونے والی کشمکش کا جائزہ کیا گیا یہ ناول اپنے عنوان کے حوالے سے بھرپور معنویت اور تاثیر رکھتا ہے اس ناول میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مادیت پرستی مسرت سکون اور آسودگی کا باعث نہیں بن سکی بلکہ حقیقی خوشی صرف اقدار کی پاسداری سے ہی ممکن ہے۔

ناول "شہر لازوال"، آبادویرانے مشترکہ ہندوستان کے ہندو مسلم معاشرے کی تہذیبی زندگی کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اس ناول میں انہوں نے پوری ہندوستان تہذیب کے ارتقاء اس کی تباہی و بربادی شکست وریخت اور پھر تقسیم ہند کے بعد ایک نئی تہذیب کے آغاز وارتقاء بیان کرکے برصغیر کی پرانی ہندو مسلم تہذیب وثقافت کی تباہی کے المیے کے طور پر سامنے آتا ہے۔

بحیثیت مجموعی بانو قدسیہ کی ناول نگاری اپنے عہد کی سماجی و تہذیبی زندگی کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔اپنے ناولوں میں انہوں نے معاشرتی برائیوں سے پردہ اٹھا کر واعظانہ طریقہ اختیار کئے بغیر اس کی اصلاح کی جانب توجہ مبذول کرائی۔انہوں نے اس معاشرے کی زندگی کی عکاسی جس میں فرد داخلی اور معاشرتی انتشار کا شکار ہے مختصر اًیہ کہ ان کے ناول اپنے عہد اور پوری پاکستانی قوم کی تہذیبی زندگی کے آئینہ دار ہیں جن کا شمار اردو ادب کے بہترین ناولوں میں کیا جاسکتا ہے۔

ان میں تین ناولوں کے علاوہ بانو قدسیہ کے '' چارچمن'' کے چاروں ناولٹ '' ایک دن'' '' پروا'''' موم کی گلیاں''اور'' شہر بے مثال'' میں فکر وخیال کے متعدد رنگ بکھرے نظر آتے ہیں سماج کے مختلف طبقات کو موضوع بحث لایا گیا ہے کہیں انسانی نفسیات اور انسانی زندگی کی تلخ حقیقتوں کو بے نقاب کیا گیا ہے تو کہیں سیاسی اور معاشی اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیا گیا انہوں اپنے گردپیش کی زندگی کا بغور مشاہدہ کرتے ہوئے اپنی قوت متخیلہ سے سماجی روحانی پہلو اور تاریخی موضوعات کو زیر بحث لاتی ہیں۔

بانو قدسیہ نے افسانہ اور ناول کے بعد ڈراما نگاری میں بھی کامیابیاں سمیٹیں۔ جس زمانے میں اردو ڈرامے کے افق پر ابھریں اس وقت داستان نگاری اور داستان گوئی کا فن اپنا دور مکمل کر چکا تھا ناول، افسانے اور ڈرامے کو عروج حاصل کر چکا تھا بانو قدسیہ نے اول مختصر افسانے، ناول اور ناولٹ کی طرف پیش قدمی کرنے کے بعد تھیٹر ریڈیو اور ٹیلی وژن میں ڈرامہ نگاری کی جانب توجہ مبذول کی اور اپنی قوت متخلیہ اور خداداد ذہانت و قابلیت سے خارجی واقعات کو داخلی محسوسات کو جس فنی پختگی کے ساتھ پیش کیا کہ اس فن کو عروج حاصل ہوتا گیا۔

وہ ایک منفرد ڈرامہ نگاری کے طور پر سامنے آئیں۔ جن کے ڈرامے تجربے کی گہرائی اور مشاہدے انسانی نفسیات اور احساسات سے آگاہی اور فنی پختگی کا واضح ثبوت ہیں ان کے ڈراموں میں فکر اور موضوعات کا تنوع پایا جاتا ہے جس میں زندگی کے متنوع پہلوؤں جس میں محبت، معاشرت، رومان گھریلو زندگی، سیاسی و سماجی فکر نفسیاتی مسائل شامل ہیں، کا احاطہ کئے ہوئے ہیں ان کے ڈراموں میں زمینی اور حقیقی زندگی سے جڑے ہوئے ہیں جس میں انسانوں کے حقیقی احساسات اور جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے زندگی کے پردے میں چھپے مسائل اور انسانی زندگی کے داخلی و خارجی تضادات کی کامیابی سے عکاسی اور ترجمانی کرتی ہیں بقول ڈاکٹر انور سدید:۔

"بانو قدسیہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے تھیٹر، ریڈیو اور ٹیلی وژن تینوں کے لئے ڈرامے لکھے اور معاشرے کو نہ صرف تفریح فراہم کی بلکہ کھیل کھیل میں معاشرے کی ناہمواریوں، افراد کی بے اعتدالیوں اور سماجی مسائل سے بھی روشناس کرا دیا ان کے ٹیلی وژن ڈراموں کی جڑیں، ان کے ناول اور افسانے کی طرح معاشرے کی تہہ میں اتری ہوئی ہیں اور ان کی پیشکش میں واقعاتی صداقت نمایاں نظر آتی ہے"۔(5)

بانو قدسیہ نے زندگی کی حقیقتوں اور معاشرے کے مسائل کو فطری اسلوب میں دکھانے کی کاوش کی۔ وہ معاشرے میں بڑھتی ہوئی مادیت اور ہوس زر میں مبتلا انسان کی زندگی کا محاکمہ پیش کرتی ہیں۔ جس نے انسان کو احساس تنہائی اور رشتوں کے منحرف ہونے کے احساس کے المیے سے دوچار کیا ہے بانو قدسیہ نوجوان نسل خصوصاً سن بلوغت کے ذہنی و جذباتی مسائل کو اپنے ڈراموں میں پوری حقیقت اور مشاہدے کی گہرائی کے ساتھ بیان کرتی ہیں ان کے ڈراموں میں جو مسائل اور موضوعات بیان ہوئے ہیں ان میں سماجی ناانصافیوں، طبقاتی کشمکش، معاشی ناہمواریوں اور معاشرے کی دیگر برائیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

مجموعی طور پر بانو قدسیہ کے اردو اور پنجابی ڈراموں میں موضوعات کا ماخذ ان کے گردو پیش کا ماحول ہے جس میں نئے زمانے کے بدلتے ہوئے قدار مختلف سماجی اور معاشرتی مسائل اور رویے بیان کر کے کرداروں کی نفسیاتی کیفیات اور معاشرتی رجحانات بیان کرتے اپنے عہد اور ماحول کی عکاسی کرتی ہیں جنھیں پڑھ کر قاری کسی قسم کی اجنبیت محسوس نہیں کرتا ان کی تخلیقات میں صرف عصری مسائل کی عکاسی ہی نہیں بلکہ سماجی اور معاشرتی اصلاح کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے بانو قدسیہ اپنے ڈراموں میں فن کو حقیقت کا ترجمان پیش کرتی ہیں۔

بانو آپا نے افسانہ، ناول اور ڈراما کے بعد شخصیت نگاری کا رخ کیا تو یہاں بھی کامیابی کے جھنڈے گاڑے۔ شخصیت نگاری سے مراد کس انسان کے اوصاف کو اس طرح نمایاں کرنا کہ قاری اسے پڑھ کر اچھا انسان بننے کا خواہش مند ہو گویا شخصیت نگاری قارئین کے لئے ایک عمدہ محرک

ہے شخصیت نگاری کو ایک مشکل فن قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ مصنف کسی بھی شخصیت پر اس وقت قلم اٹھاتا ہے جب وہ اس کی شخصیت سے متاثر ہو ایسی صورت میں شخصیت کے حصار سے باہر نکلنا اور مکمل طور پر غیر جانبداری کرنا مصنف کے بس میں نہیں رہتا اور بعض اوقات مصنف شخصیت پرستی کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے چنانچہ بہترین شخصیت نگار وہ ہے جس نے شخصیت کی سچی عکاسی کی ہو اور اپنے دامن کو ممکنہ حد تک جانبداری مدعا سرائی، تعصب اور موضوعیت سے پاک رکھا ہوا آلودہ نہ ہونے دیا ہو۔

بانو قدسیہ نے شخصیات کے سوانحی خاکے اس فنی مہارت سے تحریر کئے ہیں کہ زندگی کا کوئی پہلو بھی تشنہ لب نہیں رہا۔ان کی تصانیف ''مرد ابریشم '' اور ''راہ رواں'' شخصیت نگاری کے فنی تقاضوں پر پورا اترتی ہیں۔ بانو قدسیہ کی تصنیف ''مرد ابریشم'' ۱۹۹۸ء میں قدرت اللہ شہاب کی شخصیت پر لکھی گئی ہے قدرت اللہ شہاب کی شخصیت ایک ایک معمہ تھی جس کا حل کرنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی ان کی شخصیت کے متعلق مختلف لوگوں کی مختلف آراء تھیں تاہم ان کے متعلق وثوق سے کچھ کہنا ممکن نہیں تھا تاہم بانو قدسیہ نے انکی شخصیت کو بڑی محبت، عقیدت اور بے لاگ انداز سے منکشف کرنے کی سعی کی ہے حتی المقدور کوشش کی ہے اور ان کی شخصیت کے اصل رنگ میں سامنے لانے میں بہت حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے لکھتی ہیں :

''شہاب صاحب کو سمجھنے میں مجھے پورے تیس سال کا عرصہ لگا جو سمجھ مجھے آج آئی ہے اس میں شک، ابہام اور الجھن نہیں ہے، پورا وثوق ہے کیونکہ یقین کامل نے میرے لئے زندگی کو بہت آسان بنا دیا ہے اور میں اسے الفاظ، عمل نظریات یا علم کے حوالے سے نہیں بلکہ وجدان کی راہ سے سمجھنے لگی ہوں جیسے اندھیرے کمرے میں اچانک سورج کی کرن آجانے سے نہ صرف نظر آنے لگے بلکہ روح میں امید پیدا ہو جائے، خوشی جنم لے اور جلاوطنی کا احساس جاتا رہے ایسے ہی شہاب صاحب میرے لئے روشنی کا سامان بنے''۔(6)

اس تصنیف کا مرکزی کردار اگرچہ قدرت اللہ شہاب ہی ہیں تاہم بانو قدسیہ نے اس کا دائرہ کار وسیع کرتے ہوئے اسے صرف مذکورہ شخصیت تک محدود کرنے کے بجائے اپنے خاندان اور دیگر دوست احباب کا بیان بھی کیا ہے'' مرد ابرایشم '' کی اس ہمہ جہتی کا اصل مقصد بانو قدسیہ کا زیر موضوع شخصیات کا قدرت اللہ شہاب کی زندگی سے بلاواسطہ رابطہ جوڑنا تھا بانو قدسیہ ایک کامیاب افسانہ نگار ہونے کے باوصف شخصیت نگاری میں بھی افسانوی رنگ اور انداز بیان کئے ہوئے ہیں اس تنصیف میں ان کا پیرائیہ بیان تفصیلی ہے لیکن انداز بیان اس قدر دلکش اور خوبصورت ہے کہ قاری کسی قسم کی عدم توجہی کا شکار نہیں ہوتا۔

شخصیت نگاری کے حوالے سے بانو قدسیہ کی دوسری تصنیف ''راہ رواں'' ۲۰۱۱ء میں منظر عام پر آئی جس میں انہوں نے رفیق حیات اشفاق احمد کی شخصیت اور زندگی کو مفصل بیان کیا ہے آپ شخصیت نگاری کے فن اور تقاضوں سے بخوبی آگاہ تھیں اس لئے انہوں نے اشفاق احمد کی شخصیت کا بڑے سچے اور کھرے انداز میں کیا ہے ''راہ رواں'' کے آغاز میں وہ لکھتی ہیں "

''راہ رواں'' کی زیر موضوع وہ شخصیت تھیں جن کے ساتھ بانو قدسیہ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ گزارا تھا طالب علمی کے زمانے سے لے کر اور پھر ازدواجی زندگی مختلف مراحل سے گزر کر اشفاق احمد کی شخصیت کے مختلف پہلوان پر آئینے کی مانند خود بخود عیاں ہوتے گئے۔ خان صاحب

کابنیادی مزاج، ان کی افتاد طبع، انداز فکر و عمل، رویے، شخصیت کے مختلف موسم ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہوتے چلے گئے اشفاق احمد کی شخصیت پر قلم اٹھانے کے لئے بانو قدسیہ کے پاس متعدد ذرائع تھے جس کے حوالے سے ان کا کہنا تھا:۔

''ایک ذریعہ گھر تھا جہاں ہم دونوں نے بسیرا کیا دوسرے میرے پاس حسن اتفاق سے وہ یاداشتیں جو ساتھ رہنے کے باعث میسر آئیں، موجود ہیں''۔(7)

بانو قدسیہ کی اس تصنیف میں انہوں نے اشفاق احمد کے سلسلہ نسب اور خاندان کا مفصل ذکر کیا اشفاق احمد کی شخصیت کی بازیافت کے لئے ان سے وابستہ تمام رشتوں کا سمجھنا بے حد ضروری تھا چنانچہ بانو قدسیہ نے اشفاق احمد کے قریبی رشتوں داروں اور خاندانی حالات کو ملحوظ رکھا۔ ان کی شخصیت کو سمجھنے کے لئے بانو قدسیہ نے ان کی نسلی خصلتوں اور بچپن کے حالات، ماحولایاتی عوامل، موروثی اور نفسیاتی عناصر کے تناظر میں تجزیہ کیا بانو قدسیہ کا مذکورہ شخصیت سے قریبی تعلق ہونے کے باوجود شخصیت کا تجزیہ بے لاگ اور غیر جانبدارانہ انداز میں کیا۔ راہ رواں میں مصنفہ نے اپنی شخصیت اور اپنے خاندان کا ذکر بھی کیا انہوں نے جابجا اپنی خوبیوں اور خامیوں کا برملا اظہار کر کے اپنی شخصیت کی مختلف پرتیں کھولیں ''راہ رواں'' لکھنے میں بانو قدسیہ نے شخصیت نگاری کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھا۔ جس میں مصنف نے تمام کوائف کو بنیادی ماخذات کی روشنی میں مرتب کیا جس میں اشفاق احمد کی وفات کے بعد ان کی ذات سے منقول اقتباس خطوط، ڈائریاں اور ذاتی کاغذات سے استفادہ کیا اس کے علاوہ بانو قدسیہ نے اشفاق احمد کی زندگی اور انتقال کے بعد ان کی شخصیت پر لکھے جانے والے مضامین اور خاکے بھی شامل ہیں بانو قدسیہ کے لئے اشفاق احمد کی ذات ان کے لئے زندگی کی حیثیت رکھتی تھی تمام عمر انہوں نے اشفاق احمد کی ممنون رہ کر گزاری۔ راہ رواں کی تخلیق بھی اسی محبت اور انسیت کی ایک کڑی ہے ان کے لہجے کی بے تکلفی قاری کو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے سیدھا سادہ طرز بیان ہی اور سیدھی سادی تاثیر ہی ان کے فن کا اصل جوہر ہے۔ بانو قدسیہ نے اپنی تحریر میں حسن اور دلکشی پیدا کرنے کے لئے انسانی زندگی کی متضاد کیفیات کا بیان، نادر تشبیہات و استعارات کا خوبصورت استعمال عمل میں لاتی ہیں بانو قدسیہ ایک حقیقت پسند ادیبہ تھیں اور ان کا یہ رنگ ان کی اس تخلیق میں بھی نمایاں ہے تاہم افسانہ نگار ہونے کے باوصف کہیں کہیں لاشعوری طور پر افسانوی انداز بیان بھی تحریر میں در آتا ہے جو قاری کے لئے خوشگوار تاثر چھوڑتا ہے'' راہ رواں'' میں بانو قدسیہ کا انداز بیان منطقی اور نتیجہ خیز ہے۔ یہ تصنیف فنی و اسلوبیاتی حوالے سے انفرادیت کی حامل ہے۔

مجموعی طور پر اشفاق احمد کی شخصیت کو بانو قدسیہ نے ایک فرد سے بڑھ کر ایک ادیب صوفی اور دانش ور کے طور پر سامنے آتے ہیں لیکن انہوں نے حتی المقدور اس بات کا خصوصی التزام ملحوظ رکھا کہ وہ انہیں بحیثیت ایک عام آدمی کے طور پر پیش کریں جو عام آدمی کی صفات سے ہی متصف ہو جو خوبیوں اور خامیوں دونوں کا مجموعہ ہو اور کسی ماورائی صفات سے متصف نہ ہو۔ یہی حقیقت پسندی انہیں شخصیت نگاری کے فن میں منفرد مقام عطا کرتی ہیں۔ عقیل عباس جعفری لکھتے ہیں:

''راہ رواں'' صرف بانو قدسیہ اور اشفاق احمد ہی کی نہیں بلکہ پورے عہد کی داستان ہے یہ کتاب بیک وقت اشفاق احمد صاحب کی آپ بیتی بھی

ہے سوانح عمر بھی ہے اور ان کے خاندان کی تاریخ بھی ہے ان میں ان کے دوست احباب کے خاکے بھی ہیں (اور دوست احباب بھی کون قدرت اللہ شہاب، ممتاز مفتی، صوفی تبسم، ابن انشاء اور فیض احمد فیض جیسی نابغہ روزگار شخصیات"۔(8)

درج بالا تجزیے س ے ثابت ہوا کہ بانو قدسیہ اُردو افسانوی ادب کی ممتاز معروف اور باصلاحیت تخلیق کار تھیں انہوں نے اپنے تخلیقی اظہار کے لئے متنوع اصناف کا انتخاب کیا ان میں ناول، افسانہ، ڈرامہ، ناولٹ اور شخصیت نگاری شامل تھیں۔ ان اصناف کی بدولت وہ اردو زبان وادب میں زندہ وجاوید ہو گئیں۔

حوالہ جات

1۔ بانو قدسیہ (انٹرویو) بحوالہ اقلیمہ ناز، مقالہ (بانو قدسیہ: احوال وآثار)، لاہور، ۱۸ ستمبر ۲۰۱۳ء بوقت ساڑھے ۳ بجے سہ پہر

2۔ سہیل وڑائچ، بانو قدسیہ (ادیبہ اور ناول نگار) (انٹرویو بحوالہ انٹرنیٹ)، ۲۹ نومبر ۲۰۱۳ء، لنک ندارد

3۔ ڈاکٹر عجاز حسین بٹالوی، بحوالہ ڈاکٹر انور سدید، بانو قدسیہ: شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد ۲۰۰۸ء، ص ۱۷۰

4۔ الطاف فاطمہ، بحوالہ ڈاکٹر انور سدید، بانو قدسیہ: شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص ۱۷۲

5۔ انور سدید، ڈاکٹر، بانو قدسیہ: شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد ، ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۶

6۔ بانو قدسیہ، مرد ابریشم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۱۰

7۔ بانو قدسیہ، راہ رواں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۸

8۔ عقیل عباس جعفری، داستان گو کی داستان، (مشمولہ)، کتاب نامہ، خیبر (روزنامہ) پشاور ۱۳ اپریل، ۲۰۱۴ء، ص ۱۵

Refrences:

1.Bano Qudsia(Interview)Ref Aqlima Naz,Thieses(Bano Qudsia :Ahwal o Aasar) Lahore,sep 18 ,2013 .3:30PM.

2.Sohail Warich, Bano Qudsia(Adiba awr Nawal Nigar)interview interner)29 Nov 2013.

3.Dr Ijaz Husain Batalvi,Ref Dr Anwar (Sadid, Bano QudsiaShakhsiat awr Fan)Ikadmi Adbiat Islam Abad 2008 ,Page#170.

4.Altaf Fatma,Ref Dr Anwar (Sadid, Bano QudsiaShakhsiat awr Fan)Ikadmi Adbiat Islam Abad 2008 ,Page#172.

5. Dr Anwar Sadid, (Bano QudsiaShakhsiat awr Fan)Ikadmi Adbiat Islam Abad 2008 ,Page#126.

6. Bano Qudsia,Mard e Abraisham,Sange Mil Publications Lahore1998,Pag#10

7. Bano Qudsia,Raah e Rawan,Sange Mil Publications Lahore1998,Pag#8.

8.Aqeel Abbas Jafri,Dastan Go ki Dastan(included),kitabnama ,Khyber(Daily)Peshawar April 13 ,2014 ,Page#15.